ازافادات:

امام المحققین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

رُوحٌ مِنہُ کا مفہوم

(عیسائی علماء یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی الٰہ کامل ہیں۔ اہل اسلام پر حجت کے طور پر وہ سورہ نساء ۱۷۱ کو پیش کرتے ہیں" انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و کلمته القاھا الی مریم و روح منه"

ترجمہ: مسیح عیسٰی ابن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں مریم کے بطن میں ڈالا۔ اور وہ خدا کی طرف سے روح ہیں۔

اس کے رد میں مولانا رحمت اللہ نے جو تحقیق کی ہے وہ درج ذیل ہے۔ متعدد توجیہات میں سے ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو غیر اسلامی نقطہ نظر سے تھیں) قرآن کی عبارت سے یہ مطلب سمجھنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ فقط حضرت عیسےٰ مسیح کے حق میں ہی روح کی نسبت خُدا کی طرف نہیں ہوئی بلکہ اور جگہوں میں اوروں کے حق میں بھی ایسی ہی نسبت آئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش کے حال میں یوں ہے" ثم سواه و نفخ فیه من روحه" (سورہ سجدہ: ۹) یعنی پھر اس کو برابر کیا اور پھونکا اس میں اپنی روح میں سے۔ دیکھو اس آیت کے اندر روح کا لفظ طرف ضمیر غائب کے جو راجع خدا کی طرف ہے مضاف ہے۔ پھر دوسرے مقام پر یوں ہے۔ فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین (سورہ حجر: ۲۹ - سورہ ص: ۷۲) یعنی پھر جب میں اس کو بنا چکوں اور پھونک دوں اس میں اپنی روح میں سے تو تم گرو اس کے آگے سجدہ میں۔ ان تینوں مقامات پر خُدا تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کے نفس ناطقہ کو اپنی روح فرمایا ہے۔ اور روحه اور روحی کا اطلاق اس پر کیا ہے اور سورہ مریم میں یوں ہے۔ فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشراً سویا (آیت ۱۸) یعنی ہم نے اس مریم کے

پاس اپنا فرشتہ بھیجا پھر بن آیا اس کے آگے آدمی پورا۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے جبریل کو اپنی روح فرمایا اور "روح" کا اطلاق اس پر کیا پس حق یہ ہے کہ فنفخنا فیہ من روحنا اور روح منہ دونوں قولوں میں روح سے مراد نفس ناطقہ انسانی ہے جس کو ہم لوگ جان بولتے ہیں۔ جیسا کہ نفخ فیہ من روحہ اور نفخت فیہ من روحی کے اندر اور روح کی خدا کی طرف اضافت کی کئی توجیہیں ہیں

پہلی توجیہ

یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوقات میں سے کبھی کسی مخلوق کو اپنی طرف اس لیے نسبت اور اضافت کر لیتے ہیں کہ بندے اس مخلوق کی عظمت کو پہچانیں مثلاً فرمایا وعہدنا الی ابراھیم و اسمٰعیل ان طھرا بیتی للطّائفین والعاکفین والرکع السجود (بقرہ ۱۲۵) یعنی اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے اور فرمایا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود (سورہ حج ۲۶) اور پاک رکھ میرا گھر طواف کرنے والوں اور کھڑے ہونے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے کعبہ کو اپنا گھر فرمایا ہے اس سے کعبہ کی عظمت کا بیان مقصود ہے یہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس میں رہتے سہتے ہیں معاذ اللہ کیونکہ ایسا عقیدہ تو بالاتفاق باطل ہے۔

دوسری توجیہ

یہ کہ بعض چیزوں کی پیدائش بطور خرق عادت کے اور عجیب طور سے ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ جب اس پر آگاہ فرماتے ہیں تو اس کو اپنی طرف اضافت کر لیتے ہیں۔ مثلاً فرمایا ھٰذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ فذروھا (سورہ اعراف : ۷۳) یعنی یہ اللہ کی روشنی تمہارے لیے نشانی ہے اور فرمایا فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ و سقیٰھا (الشمس : ۱۳) یعنی صالح نے ثمود کی قوم کو کہا کہ اللہ کی اونٹنی ہے اور اس کے پینے کی باری۔ ان دونوں جگہوں میں اللہ نے اونٹنی کو ناقۃ اللہ کہا ہے اور وجہ اضافت یہ ہے کہ وہ خرق عادت کے طور پر پیدا ہوئی اور پتھر سے نکلی اس کا ماں باپ کوئی نہ تھا۔

تیسری توجیہہ

یہ کہ روح کے معنی پھونک کے بھی آتے ہیں اور ہمارے مذہب کے موافق مریمؑ کو جبریلؑ کی پھونک سے حمل رہا تھا۔ اور وہ پھونک محض خُدا کے حکم سے تھی اس لحاظ سے عیسی علیہ السّلام پر روح اللہ کا اطلاق درست ہے۔

چوتھی توجیہہ

یہ کہ روح کے معنی رحمت کے بھی ہیں اور عیسٰی علیہ السّلام کی ذات بھی اللہ کی ایک رحمت تھی اس لیے ان پر روح اللہ کا اطلاق صحیح ہے۔

پانچویں توجیہہ

یہ کہ پاکیزہ چیز کو عرب لوگ روح بولتے تھے اور عیسی (علیہ السّلام) جو نطفہ کے بغیر بن باپ پیدا ہوئے تو عرب کے محاورہ کی رو سے ان پر روح کا اطلاق درست ہے۔

چھٹی توجیہہ

یہ کہ ایسی چیز کو جو دین کے معاملہ میں خلق کی بھلائی کا سبب ہو عرب اس کو روح بولتے ہیں اس لحاظ سے قرآن پر بھی روح کا اطلاق آیا ہے۔ فرمایا وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا (سورہ شوریٰ ۵۲) یعنی اسی طرح ہم نے بھیجا تیری طرف ایک روح یعنی قرآن کو اپنے حکم سے۔ جلالین میں ہے اوحینا الیک یا محمد روحا ھو القرآن به تحی القلوب۔ اور بیضاوی میں اسی کو مختار قول شمار کیا گیا ہے۔

حکایت

طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک مسلمان قرآن پڑھتا تھا اس سے ایک عیسائی فاضل یہ آیت سُن کر وکلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ کہنے لگا کہ یہ تو ہمارے مذہب کی تصدیق ہے اور مذہب اسلام کے مخالف ہے کیونکہ اس میں اقرار ہے کہ عیسٰی (علیہ السّلام)

باقی ص۱ پر